

مہفت روزہ خداوند الدین لاہور

جلد ۲ ۹ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۵۷ء شمارہ ۵۲

۱۹۵۷ء کی جنگ آزادی

آج ہندو پاکستان میں ۵۵ھ کی جنگ آزادی کی یادگار منائی جا رہی ہے۔ یہ جنگ اس زنجیر کی ایک کڑی تھی جس کی ابتدا انگریزی دور حکومت کے شروع میں ہی ہو چکی تھی۔ انگریزی راج کی تفسیر عوامی کرنے والوں کو سوچنا چاہئے کہ اگر یہ راج رعایا کے لئے بابرکت ہوتا تو اس کے خلاف بغادوں کا سلسلہ فوراً ہی کیوں شروع ہو جاتا۔ اس مختصر شذرہ میں جنگ آزادی کی تاریخ پیش کرنا مقصود نہیں۔ اس کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ ہم اس کی چند اہم کڑیوں کی طرف اشارہ کرنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ جنگ پلاسی سلطان یحیٰی کا ٹھکانہ تھا۔ سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید جتھے لہاں جا چاد یہ جنگ آزادی کی چند اہم کڑیاں ہیں۔ اس جنگ کا مقصد ہندوستان کو انگریزوں کے پیچھے استبداد سے آزاد کرنا تھا۔ یہاں اسلامی نظریہ حیات رائج کرنا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ جنگ ناکام رہی اور اس کی ناکامی کا سہرا بیگانوں کے نہیں بلکہ انہوں کے سر پہ ہے۔

من ازمیگان گلن ہرگز ننالم
کہ با من ہرچہ کرد آن آتشا کرد

یہ ایک درد بھری داستان ہے جس کا ذکر چھپڑ کو تلخی پیدا کرنا مقصود نہیں۔ نہ ہم انہیں کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جاتیں اور اعلم الحاکمین۔ ان کا معاملہ اس کے سامنے ہے۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ جب تک اس قسم کے اسلام اور قوم دشمن عناصر ہمارے اندر موجود رہیں گے۔ اسلام کے فروغ کے لئے ہماری کوئی تحریک آئندہ بھی کامیاب نہ ہو سکے گی۔

پاکستان بننے کے بعد ان حکومت انگریزوں کے ہاتھوں سے نکل کر ان مسلمانوں کے ہاتھ میں آ چکی ہے۔ جو یہاں غیر اسلامی نظریہ جیتا

کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ ان کو کتاب ٹوٹ سے کوئی دلچسپی نہیں۔ موقف آنے پر وہ اپنی کرسیوں کی حفاظت کے لئے اسلام اور مسلمانوں کو بھینٹ چڑھانے سے بھی نہیں ڈرتے۔ ان سے یہ امید رکھنا جھٹ ہے کہ وہ آئین کے ان دفعات پر عمل کریں گے۔ جن میں کتاب و سنت کا ذکر آتا ہے۔

یہ نہایت خطرناک صورت حال ہے جس کا مقابلہ کرنے کے لئے منظم جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ہم اس موقع پر ہر اس مسلمان سے درخواست کرتے ہیں جو پاکستان کو صحیح معنوں میں جمہوریہ اسلامیہ دیکھنا چاہتا ہو کہ وہ اپنے دل میں پختہ عہد کرے کہ جب تک اس کی یہ خواہش بر نہیں آتی؟ اس کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گا۔ ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس قسم کی خواہش رکھنے والے افراد اور جماعتوں میں مکمل یکجہتی اور اتحاد ہونا چاہئے۔ ہم جنگ آزادی کی یادگار منانے والوں سے بھی عرض کریں گے کہ صرف جلسہ جلوس پر ہی اکتفا نہ کی جائے بلکہ اس موقع پر آئندہ کے لئے کوئی مستقل پروگرام تیار کر کے قوم کو اس کے لئے تیار کیا جائے۔ تاکہ وہ آئے والے خطرناک دور کا مقابلہ کرنے کے قابل بن سکے۔

آخر میں ہم ان تمام حضرات کے لئے جنہوں نے اس جنگ آزادی میں جانی اور مالی قربانی دی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے قرب میں بلند درجات پر فائز فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چل کر اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لئے ہر ممکن قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین

قانونی کمیشن

موجودہ غیر اسلامی قوانین کو اسلامی قالب

میں ڈھانے کے لئے آئین کی ترمیم سے صدر مملکت کے لئے ضروری تھا کہ وہ آئین کے نفاذ سے ایک سال کے اندر ایک کمیشن مقرر کرے۔ آئین کا نفاذ ۲۳ مارچ ۱۹۵۷ء کو ہوا تھا۔ صدر نے ۲۲ مارچ ۱۹۵۷ء کو کمیشن کے صدر کا اعلان کر دیا۔ باقی ارکان کمیشن کے صدر سے مشورہ کے بعد ان کے ناموں کا اعلان کیا گیا۔ ایک ماہ سے زائد عرصہ ہو چلا ہے۔ مگر ابھی تک صدر سے مشورہ نہیں ہو سکا۔ کمیشن کے صدر محترم لاہور میں قیام فرماتے۔ اور ان سے مشورہ کرنے والے کراچی ہیں۔ اتنی مسافت سے مشورہ ہو تو کس طرح کیلچری اور لاہور میں یونیوں کا رابطہ بھی نہیں۔ پاکستان انٹرنیشنل ایئر ویز کے ہوائی جہاز اور ٹیلی فون بھی ان کو مشورہ کے لئے کیا گیا۔ جمع نہیں کر سکے۔ پھر دونوں فریق عہد نامہ طہرے۔ ان کو دوسرے ضروری کاموں سے ذمت نہیں ملتی۔ ان حالات میں ارکان کے ناموں کا فیصلہ کرنے کے لئے کئی سال درکار ہوں گے۔

خدا داذا سوچے یہ جگ ہمنائی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ خدا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے مذاق نہیں تو اور کیا مسلمان کلمہ اسلام سے یہ سلوک۔ یہ آثار اچھے نہیں۔ خدا کی لائمی میں آواز نہیں دیتی۔ کیا آپ سے پہلے درجنوں وزیر اسلام دشمنی کے باعث بیک بینی و دو گوش اپنی کرسیوں سے الگ نہیں کر دیئے گئے۔ کیا آپ اس انکار سے اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتے ہیں؟ ہم نے تو یہی دیکھا کہ اس ملک میں وزارتوں کو قرار نہیں۔ پھر اگر آپ نے بھی نصرت ہونے سے تو کوئی ایسا کام کر جائے جس سے جانے کے بعد قوم آپ کے گن گائے۔ ان میں سب سے بڑا انہی کا کام ہے قوانین کا اسلامی قالب میں ڈھالنا۔ اس سے قوم کو اعمال صالحہ کی ترغیب و ترمیم ہوگی۔ اور جو نیکیاں وہ کرے گی اس میں آپ کا حصہ ہوگا۔ ہمارا کام ہے سیدھی راہ سمجھانا۔ کرنا نہ کرنا آپ کا کام ہے۔

ماؤ نہ ناو جان جہاں اختیار ہے ہم نیک و بد حضور کو سمجھنے جاتیں گے جس راستہ پر آپ کا مہرزن ہیں یہ نہایت خطرناک راستہ ہے۔ اس راستہ پر مل کر آپ کو بھی ڈوبیں گے اور قوم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۲۔ شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۔ مئی ۱۹۵۷ء

انسانوں کی دو قسمیں

دونوں کی زندگی کے نتائج

(۱) خدا پرست (۲) اغراض پرست

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شہر انوالہ دروازہ لاہور)

سورہ البقرہ پارہ ۷

ترجمہ۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے۔ اور نیک کام کئے۔ یہی لوگ بہترین مخلوقات ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے بہشت ہیں۔ ان کے نیچے نہیں بہتی ہوگی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی تھا۔ اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ خدا پرستوں کو رضائے الہی کا تمغہ ملا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شامشاہی حمان خانہ یعنی بہشت میں ان کے رہنے کا اعلان ہو گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد مٹی سے پیدا شدہ انسان کے لئے اور کوئی درجہ عزت اور کمال کا باقی نہیں رہتا۔ اللہ اجلنا منہم آمین یا اللہ العالمین۔

ان خدا پرستوں کا مسک

انبیاء علیہم السلام والا ہی ہے

ابراہیمؑ کی مسک (طریقہ)

(اِنَّ قَالِ لَہٗ ذٰلِکَ اَسْمٰوٰتُکَآلَ اَسْمٰنِیْنَ ذٰلِکَ الطَّغٰوٰتِ) سورہ البقرہ کرم علیہ السلام ۷۷
ترجمہ۔ جب سے ابراہیم علیہ السلام اس کے بلے کیا۔ کہ فرما ہوا ہو جا۔ تو کہا میں جہانوں کے پروردگار کا فرما ہوا ہوں۔
یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اقرار کیا کہ میں

برادری اسلام۔ اگر آپ انسانوں کے خیالات اور اعمال کو غور سے دیکھیں گے۔ تو آپ پاسبانی اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں۔ جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے انہیں اس امر کا یقین ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کو راضی رکھیں گے۔ تو وہ ہماری دنیاوی حالت اپنے فضل سے خوشگوار بنا دیگا۔ دنیا کی زندگی بھی اس کی رحمت سے اچھی گزر جائے گی۔ اور آخرت بھی نیکو جاگی۔ یہ لوگ کھانے میں پینے میں پختہ ہیں۔ جاتے ہیں۔ سوتے ہیں۔ کماے میں خرچ کرتے ہیں۔ شادی میں غمی ہیں غرضیکہ زندگی کے ہر مرحلہ میں اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ مہار خدا ہم سے راضی رہے۔ جب ان لوگوں کی زندگی کا نصب العین رضاء الہی ہے تو اللہ تعالیٰ کی جو بات بھی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت انہیں معلوم ہو۔ اسے دل سے ماننے ہیں جس کا نام ایمان ہے۔ اور اپنی طاقت کے مطابق اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ جس کا نام اسلام ہے انہیں لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔
وَالَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحٰتِ وَلَیْسَ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِذَا تَدَارَعْتُمْ فَاِنَّکُمْ فِیْ عَضُدٍ مُّتَمَرِّضٍ
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِذَا تَدَارَعْتُمْ فَاِنَّکُمْ فِیْ عَضُدٍ مُّتَمَرِّضٍ
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِذَا تَدَارَعْتُمْ فَاِنَّکُمْ فِیْ عَضُدٍ مُّتَمَرِّضٍ

بلکہ شریعت کے رب العالمین کا فرمانبردار ہوں۔ اللہ شہد آج جو صبح معنی میں خدا پرست ہیں۔ ان کا طریقہ بھی یہی ہے۔ کہ بلا شرط اور تقاضا کے ہر کام کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی وصیت

رُکُوْصٰی یٰۤاِبْرٰہِیْمُ بِنَبِیِّہٖ وَ یَعْقُوْبُ ط
یٰۤاَبُوْا اِیْمٰنِ اِنَّ اللّٰہَ اَخْطَفَ لَکُمُ الدِّیْنَ فَکُلُوْا
مِمَّا رَزَقَکُمْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

سورہ البقرہ رکوع ۷ پارہ ۷

ترجمہ۔ اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے بھی اپنے بیٹوں کو وصیت کی۔ کہ اے میرے بیٹو بیشک اللہ نے تمہارے لئے یہ دین چن لیا۔ سو تم ہرگز نہ منا۔ مگر در آنحالیکہ تم مسلمان ہو۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر حال میں تامل رہی)

حضرت یعقوبؑ کے صاحبزادوں کا دین

اِنَّکُمْ کُنْتُمْ شَہِدَآءَ اَوْ اِذْ خَصَّ یَعْقُوْبُ الْمَوْتَ اِذْ قَالَ لِبَنِیْنِہٖ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ہٗ قَالُوْۤا لَنَعْبُدَ اللّٰہَ وَآلَہٗ اَنْبِیَآءِہِمْ وَافِیْہِمْ وَرَہْمٰہُمْ جَدِیْلًا وَرَافِیْہِمْ اِلٰہًا وَّاحِدًا ۝

سورہ البقرہ رکوع ۷ پارہ ۷

ترجمہ۔ کیا تم حاضر تھے۔ جب یعقوبؑ کو موت آئی۔ تب اس نے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔ انہوں نے کہا ہم آپ کے اور آپ کے باپ دادا ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ اور اسحاقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے۔ جو ایک معبود ہے۔ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ ہم ہر حالت اور ہر عمل حیات میں فقط ایک اللہ تعالیٰ کے تالعب اور پیوستہ ہیں۔ سب انبیاء علیہم السلام تابع ہیں۔ اللہ شہد آج کل کے پختہ خدا پرستوں کا بھی یہی طریقہ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسک

رَحِمَ اللّٰہُ اٰمَحْمَدٌ مُّخْلِصًا لَّہٗ رِجْوٰی ۝

سورہ الزمر رکوع ۷ پارہ ۷

ترجمہ۔ کہدو۔ میں خاص اللہ ہی کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہوں۔ (یعنی)

اطاعت (فرمانبرداری) فقط اللہ تعالیٰ ہی کی کرتا ہوں۔ اور عبادت بھی اسی کی کرتا ہوں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
آج بھی خدا پرستوں کا وہی مسک ہے جو

انبیاء علیہم السلام کا متفقہ مسلک تھا کہ ہر حال اور ہر کام میں فقط رضائے الہی کو پیش نظر رکھنا تھا کہ اللہ تعالیٰ راضی رہے۔ اور اس کی رضا کے مقابلہ میں کسی مخالفت کی پرواہ نہ کرنا۔ خواہ ساری قوم کیوں نہ ہو۔ اور خواہ اس قوم کا تاجدار بھی کیوں نہ ہو۔
اللہ اجمعنا من اتباعہم

اغراض پرستوں میں انتشار

برادران اسلام! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ سب خدا پرست ایک اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسی کی رضا میں اپنے آپ کو فنا کرتے ہیں۔ چونکہ قبلہ مقصود ایک تھا اس لئے سب متفق تھے۔ اب اغراض پرستوں کی حالت پر غور کیجئے۔ ان میں کبھی اتحاد پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

مشتمل نمونہ از خروار

اغراض پرستوں کی یتیموں میں انتشار ملاحظہ ہو کسی کی خواہش ہے کہ میں بادشاہ بن جاؤں۔ کسی کی یہ کہ میں بڑا زمیندار بن جاؤں۔ کسی کی یہ کہ میں تجارت کرتے کرتے بڑا سیٹھ بن جاؤں۔ کسی کی یہ کہ میں بہت بڑی جائداد کا مالک بن جاؤں۔ اس انتشار خیالی کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہر ایک کی جد و جہد کا رخ علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ کہ مذکورہ الصدر متفاوہ سب فطرت انسانی کے خلاف ہیں۔ اس لئے ان انسانوں کو کبھی چین نصیب نہیں ہوگا۔ بلکہ مرنے پڑھتا گیا جوں جوں دوای والا منظر ہوگا۔ کہ ہر ایک کی اپنی اپنی لالچ میں جس قدر وسعت ہوتی جاتے گی۔ اسی قدر پریشانی بڑھتی جاتے گی۔

مثلاً

ایک پتواری کو دیکھتے پہلے غریب تھا۔ فقط منڈی سے پان کی ایک ٹوکری تین پلوں کی لاتا تھا۔ شام کو تین کی بجاد ساڑھے چار روپے لکڑی خالی کر کے گھر لے جاتا تھا۔ ڈیڑھ روپیہ کو بیع حاصل ہوتا تھا۔ اس میں بیوی بچوں کا کھانا میسر آ جاتا تھا۔ رات کو بے فکر سوتا تھا۔ اب اسے اللہ تعالیٰ نے آسودہ حال بنا دیا۔ اور چار پانچ سو روپے کے مال سے ایک متوسط درجہ کی دکان نکالی۔ نفع تو بیشک اسے پہنچے ہے زیادہ آتا ہے۔ مگر دکان کو گھر نہیں سکا۔ اس لئے رات کو مقفل کر کے چلا جاتا ہے ساری رات یہ فکر دامنگیر رہیگا کہ کہیں

دکان کا تالا توڑ کر چور سارا مال ہی ناکر نہ لے جائیں۔ گویا کہ دکان کے خیال سے ساری رات بے چین رہا۔

آگے چلئے

اسی پتواری کو اللہ تعالیٰ نے اور زیادہ مال دیا۔ حرص کی بنا پر اس نے دوسرے بازار میں ایک اور دکان نکال لی اور اس دکان پر اپنے سالے کو بٹھا دیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اب دوکانوں سے آمدنی تو کافی بڑھ گئی۔ مگر جب پان بیٹھا تھا تو رات کو کوئی فکر نہ تھی۔ اب دوکانوں سے چوری ہو جانے کا فکر دامنگیر رہتا ہے۔ اسی پر اور حربیوں کی زندگی کو قیاس کر لیجئے۔ بقول شمس

مرن پڑھتا گیا جوں جوں دوای
ان اغراض پرست حربیوں کو دنیا میں کبھی چین نصیب نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ ان دنیا داری کے دھندوں میں غرق رہنے کے باعث اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیگا۔

اغراض پرستوں کا معبود اپنی غرضیں ہی ہیں

ارشاد الہی ملاحظہ ہو

(اِنَّ رَبَّكَ مِنْ اِتَّخَذَ الْاَلِهَةَ هُودَةً طَافَا نْتَ يَتَّبِعُونَ عَلَيْهِمْ رُكُودَةً)

سورہ الفرقان رکوع ۷۷ پارہ ۷۹

ترجمہ۔ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا خدا اپنی خواہش کو بنا رکھا ہے پھر کیا تو اس کا ذمہ دار ہو سکتا ہے۔

خدا وہ ہے

جس کی رضا حاصل کرنے کے لئے انسان سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے جس طرح خدا پرست خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے جان مال عزت قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح غرض پرست، انسان دین ایمان عزت سب کچھ خرچ کر کے بھی اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے

انگریز کی حکومت کے دور میں

سی۔ آئی۔ ڈی (خفیہ پولیس) کے آدمی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے خلاف بعض اس لئے کارروائیاں دیکھتے تھے کہ وہ انگریز کی نظریں زیادہ مقبول ہو جائیں۔ ان کے

عہدے کا گریڈ بڑھ جائے۔ اور تنخواہ میں ترقی ہو جائے۔ خواہ وہ اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ عالم دین یعنی ناسر رسول ہی کیوں نہ ہو۔ جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خدا کے بندوں کو کتاب و سنت کی تعلیم دے رہا ہو بخون خدا کو بدایت ہو رہی ہو۔ ان اغراض کے بندوں کا گریڈ بڑھ جائے۔ خواہ دین کا درجہ بند ہو جائے۔ قرآن مجید اور سنت رسول کی اشاعت کرنے والے کو ہتھکڑی لگا جائے۔ وہ جیل میں جائے اس کے بال بچے اس کی جڈائی میں آ لائے کرتے کرتے جان بلب ہو جائیں۔ ان سے فائدہ اٹھانے والے انسان ان پرستیں بھیجیں۔ انہیں ان چیزوں کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ انگریز کے وقت میں اس خاص کے آدمی ایک دو نہیں بلکہ ہندوستان کی سرزمین پر ان کی تعداد جمع کی جاتی۔ تو ہزاروں تک پہنچ جاتی لیے لوگوں کے حق میں کہا جاسکتا ہے کہ ان کا خدا فقط اپنی دنیاوی اغراض تھیں۔

یہ وہا عام ہے

آج کل میرے مغربی پاکستان میں تو اغراض پرست انسانوں کی اکثریت ہے۔ جنہیں نہ اللہ تعالیٰ کا خوف نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ نہ موت کا کھٹکا نہ ذر کے عذاب کا خطرہ نہ بیدار محشر میں حساب کتاب دینے پر توجہ نہ دوزخ سے بچنے کی کسی تدبیر کا خیال نہ دن رات محض اپنی اغراض پوری کرنے کے لئے در بدر خاک بسر رہتے ہیں۔ ایسے ہر دھندوں کے حق میں سدا

یہیں رہنے کے متعلق شاہنشاہی اعلان

(وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهُ مَعِيْذَةً صُنْعًا وَتَحْشُرًا فَاَوْفِى الْقِسْمَةَ اِنَّهٗ قَالُ رَبِّ لَمْ يَكُنْ يَنْتَهِ اَعْلٰى وَقَدْ كُنْتُ يَبْصُرًا قَالُ كَذٰلِكَ اَتَتْ اَنْفُسُ الْاِنْسَانِ قِسْمًا مِّنْ عَمَلِهٖ اَلَيْسَ بِذٰلِكَ اَلْيَوْمُ قِسْمًا ۝) سورہ طہ رکوع ۷۷ پارہ ۷۹

ترجمہ۔ اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی۔ اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیے گے۔ گے اسے یہ رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا۔ حالانکہ میں بینا تھا۔ فرمایا۔ اسی طرح تیرے پاس ہمدی آیتیں پہنچیں تھیں۔ پھر تو نے انہیں بھولا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی

کھلایا گیا ہے۔

شاہنشاہی اعلان

اغراض پرست سخت گمراہ اور ظالم ہیں

﴿فَإِنْ لَمْ يَنْتَهِبُوا يَدَهُمْ فَاَعْلَمُوا أَنَّمَا يَشْتَرُونَ
أَنفُسَهُمْ بِمَنَافِعٍ أَصْغَرَ مِنْ دَمِهِمْ يَبْتَاعُونَ﴾
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَعَلْنَا لَكُمُ الْفِتْنَةَ
الَّتِي فِي بَيْنِكُمْ لَعَلَّكُمْ أَتَقَاتُونَ﴾
ترجمہ۔ پھر اگر تمنا نہ کرنا نہ مانیں تو جان لو
کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کے تابع ہیں۔ اگ
اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا۔ جو اللہ
کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر چلتا ہو
بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی
اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔
”یعنی جب یہ لوگ نہ ہدایت کو قبول کرتے ہیں۔
اور نہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز پیش کر سکتے
ہیں۔ تو یہی اس کی دلیل ہے کہ ان کو راہ ہدایت
پر چلنا مقصود ہی نہیں۔ محض اپنی خواہشات کی
پیروی ہے۔ جس چیز کو دل چاہا۔ مان لیا
جس کو اپنی مرضی اور خواہش کے خلاف پایا
رو کر دیا۔ بتلاتے ایسے ہزار پرست ظالموں
کو کیا ہدایت ہو سکتی ہے۔ اللہ کی عادت
اُسی قوم کو ہدایت کرنے کی ہے جو ہدایت
پانے کا ارادہ کرے۔ اور محض ہوا و ہوس
کو حق کا معیار نہ بنائے۔“

دعا

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہم
سب کو خدا پرست بنائے۔ اور اغراض پرستی
کی مملکت بیماری سے بچائے۔ جس سے
دنیا اور آخرت دونوں جہان برباد ہو جاتے
ہیں۔ آمین یا اللہ العالیین۔

فدائیان حضرت مدنی کی خدمت میں دعا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی
فیوض انہم کی مفصل سوانح حیات مرتب کرنے کا
ہدف سعید اسباب نے ارادہ کر لیا ہے۔ اس سلسلے
جنگ بزرگ کے پاس اس سلسلہ میں کچھ مواد ہوجا
اپنے کسی مشورہ سے سرفراز فرمانا چاہتے ہوں
قرینہ ذیل پر یاد فرمائیے۔

قاضی محمد زاہد الحسینی ملکہ کنج جہد ایریت آباد

مجلس ذکر

منقذہ یکم شوال ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد خدو منا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے
مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

امراض روحانی سے شفا اہل اللہ سے تربیت کرانیسے حاصل ہوتی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله حمداً و نستعينه و نستغفره
و نرجو من فضله و من سيئاته اعلانا
من يجتهد في الله فلا مضل له و من يتسببه
فلا هادي له و نستشهد ان لا اله الا الله
وحد لا شريك له و نشهد ان سيدنا
و مولانا محمداً عبداً و رسوله
اُمّا بعد۔ میں پیشہ عرض کیا کرتا ہوں
کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے ہے جن کا
اللہ اللہ کرنے کا تعلق اس نگار سے ہے
ہم اللہ کا نام لیتے ہیں۔ دوسرے احباب بھی
آمین فرماتے ہیں۔ ع

چشم روشن دل ماستاد
انسان کے اندر بعض روحانی بیماریاں
ہیں۔ ان کا ذکر قرآن مجید اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں آتا
ہے۔ یہ اللہ اللہ کرنے کا تعلق ان امراض
سے شفا پانے کے لئے ہوتا ہے۔ یہ
روحانی بیماریاں ایسی مملکت ہیں کہ اگر ان
سے یہاں شفا نہ ہو تو تو مرنے کے بعد
قبر جنم کا گڑھا بن جائے گی۔ اور مرنے کے بعد
کہ قیامت کے دن حضور کے حوض کوثر سے
بھی دھکے دے کر پٹا دیا جائے۔ عوام
اور انگریزی دن طبقہ کو تو جانے دیکھئے
علمائے کرام ان سے عبور تو کر جاتے ہیں
مگر ان سے وہ بھی اکثر شفا یاب نہیں
ہوتے۔

ان امراض روحانی میں سے ایک بیماری
حسد کی ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت
کا ارشاد ہے۔
عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال ایاکم والحسد فان
الحسد یا علی الحسأت کما تأکل الثمر
الخطب (رواہ ابوداؤد) (ترجمہ۔ حضرت
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں
آپ نے فرمایا۔ حسد سے اپنے آپ کو
بچاؤ۔ اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح
کھا جاتا ہے۔ جس طرح آگ گٹھلیں کو کھا
جاتی ہے۔)
کیا اس حدیث کے پڑھنے یا سننے سے
حسد نکل جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ حسد کے
معنی یہ ہے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے
دوسرے کو دے رکھی ہے وہ اس سے
چھین جائے۔ اور مجھے مل جائے۔ یہ حرام
ہے۔ حسد کے مقابلہ میں غبطہ ہے اس
کا فارسی ترجمہ رشک ہے اور پھانی میں
اسے ریس کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔ اس کے
معنی یہ ہے کہ اے اللہ تو نے فلاں
نعمت جو فلاں شخص کو دے رکھی ہے اس
کی نعمت رہے۔ تیرے خزانے میں کیا کمی
ہے۔ مجھے بھی عطا فرما دے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور
میں صحابہ کرام دہپا امراض روحانی و سننے
شفا یاب ہو جاتے ہیں۔ آپ کا عکس پڑا
اور تمام امراض روحانی نکل جاتے تھے۔ اب
کسی ان سے شفا حاصل کرنی پڑتی ہے۔ میں
مثال کے طور پر عرض کیا کرتا ہوں کہ صحابہ کرام
کو قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے نہ صرف کی
مذہرت تھی اور نہ نحو کی۔ لیکن ہمیں دونوں
کی ضرورت ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک
عالما نہیں بن سکتا جب تک ان دونوں
علوم کو نہ پڑھے۔

تو تہید تھی۔ آج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ بعض کتابوں میں آپ کی ایک دعا آتی ہے۔
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ صَبِيٍّ اَوْ رَجُلٍ اَوْ عَجُزٍ اَوْ ثَمَانٍ كَيْفَ تَرْضَاهُ۔ اے اللہ مجھے اپنی نظریں چھوڑا (ذلیل) اور دوسروں کی نظریں بڑا (معزز) بنادے) یہ تو آپ کی دعا ہے۔ اس کا رنگ بھی ملاحظہ ہو
 عَنْ عَبْدِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَوْ تَطْرُقُ فِیْ کَمَا اَطْرَقَ النَّصَا اَبْنُ مَرْجَمٍ فَاَنَا اَنَا عَجُزٌ اَوْ ثَمَانٍ کَیْفَ تَرْضَاهُ (متفق علیہ) ترجمہ۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ترشلاں بیچ نضائی کے عین مریم کو بٹھایا۔ پس سوائے اس کے نہیں کہ میں اس (امر) کا بندہ ہوں۔ پس کہو۔ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول) ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ جیسا نہ آسمان پر کوئی فرشتہ ہے۔ اور نہ زمین پر کوئی انسان یہی رنگ آپ کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرام میں نظر آتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے لیکن ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ حضرت زینبؓ سے جن کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ راز کی باتیں ہوتی تھیں۔ ان سے دریافت کیا کہ فرستے تھے کہ میرا نام کہیں منافقین کی فہرست میں تو نہیں ہے ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ میں اس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی جس کا ذکر مشکوٰۃ شریف میں باب البکاء والحنف کی اس روایت میں آتا ہے ابی بردہ بن ابی موسیٰؓ کہتے ہیں کہ مجھے عبد اللہ بن عمرؓ نے کام قما جانے سومیرے باپ نے تمہارے باپ سے کیا کہ تھا۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں۔ جہود اللہ کہہ میرے باپ نے تمہارے باپ سے کہا تھا۔ اے ابو موسیٰؓ کیا یہ بات سمجھ کو خوش کرتی ہے۔ کہ ہمارا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (بعثت) کے ساتھ تھا۔ اور ہماری ہجرت آپ کے ساتھ تھی اور ہمارا ہمارا آپ کے ساتھ تھا اور ہمارے سارے اعمال آپ کے ساتھ تھے جو ہمارے مال غنیمت کی طرح ہیں۔ (یعنی ثابت و برقرار) اور آپ کے بعد جو عمل ہم نے کئے ہیں ان سے اگر ہم برابر سربراہ چھوٹ جاتیں، تو

ہمارے لئے کافی ہے۔ تمہارے باپ سے یہ سن کر میرے باپ سے کہا نہیں یونہی خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے جہاد کیا۔ ہم نے نماز پڑھی۔ ہم نے روزے رکھے اور ہرمت سے نیک اعمال ہم نے کئے اور ہمارے ہاتھوں سے ہمت لوگ مسلمان ہوئے اور امید ہے کہ ہم کو ان اعمال کا ثواب ملے گا۔ میرے باپ نے یہ سن کر کہا۔ لیکن میں اس ذات کی قسم کہ اگر کہتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میں عتر کی جان ہے میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو اعمال ہمارے رسول اللہ صلی اللہ کے ساتھ کئے ہیں وہی ثابت و برقرار ہیں۔ اور جو ہم نے آپ کے بعد کئے ہیں ان سے ہم برابر سربراہ چھوٹ جائیں میں نے یہ سن کر کہا کہ تمہارے باپ خدا کی قسم میرے باپ سے بہتر ہے (مطلی) یہی کہاں ہے کہ انسان سب کچھ ہو اور اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے۔

ہم ان کو مجدد مانتے ہیں اور یہ ان کا حال ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا۔ جو دین کو زندہ کرے گا۔ مجدد صاحب کو جو تاج کرنے دربار میں طلب کیا۔ تشریف لائے تو دربار کے جو آداب تھے وہ بجا نہ لائے۔ یعنی سر جھکا کر گوش نہ بجالائے۔ بادشاہ نے اصرار کیا۔ لیکن آپؐ نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ جھک گیا۔ کہ اچھا بادشاہ کی شست کے نیچے سے ہی گزر جائیے۔ یہ بھی نہ مانے۔ گو البار کے قلعہ میں قید ہونا منظور فرمایا۔ لیکن بادشاہ کے سامنے سر نہ جھکایا۔ (ادھر تو یہ حالت ہے کہ بادشاہ کے سامنے بھی نہ جھکے ادھر ہر کافر فرنگ محمد اور قرین کو اپنے آپ سے بد جہا بہتر سمجھتے ہیں۔)

شیخ کامل اور طالب صادق جو تو انسان کی ہستی فنا ہو جاتی ہے۔ پھر اس کی نظر اپنے کمالات پر نہیں پڑتی۔ بلکہ وہ اپنی کردہوں کو دیکھتا ہے۔ پھر یہ سمجھتا ہے کہ میں تو ایسا پلید ہوں۔ جو میرے ساتھ لگ جاتا

وہ بھی پلید ہو جاتا ہے۔ مرغ۔ سبزی۔ پھل۔ (اناج)۔ دودھ وغیرہ یہ سب میری پاک ہیں۔ میں نے ان کو کھا کر پاخانہ بنا دیا۔ ان کے اندر بدبو میری وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ کامل کی صحبت نصیب ہو جائے تو فاضل اصل بھی سمجھے لگتا ہے کہ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں۔ کامل طبیعت کا رخ پھیر دیتا ہے۔ پھر انسان سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ نجات ہو جائے۔ ورنہ تو تو اتنا خبیث ہے کہ خدا کا رزق برباد کرنے کے سوا تیرا کوئی کام نہیں۔

کتابیں پڑھنے سے امراض روحانی سے شفا نہیں ہوتی اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے ع

بے مہرہ زبیر وہ رنگ گہرہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو سب کو مکمل کن سے اولیاء اللہ بنا دیں۔ چنانچہ اس نے ملائکہ عظام کو ولی اللہ بنا رکھا ہے۔ ان کی تعداد انسانوں سے کئی گنا ہے۔ ایک ہ کے فرستے کرنا آتین انسانوں سے جاوگنا ہیں۔ وہ ہر انسان کے ساتھ چار ہیں۔ دو دن کے دو رات کے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحبت سے متاثر ہونے والا بنایا ہے۔ کسی کامل سے تربیت کرائے تو پھر انسان اپنے عیوب کو دیکھتا ہے خوبوں کو نہیں دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ تو کافر فرنگ کے متعلق فرماتے لَقَدْ کَرَّالَّذِیْنَ ظَالَمُوا اللّٰہَ ثَالِثًا ثَلَاثًا۔ لیکن مجدد صاحبؐ اس کو بھی اپنے سے اچھا جانتے ہیں۔ ان کو اس کی خوبیاں اور اپنے عیب نظر آتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقتوں

اربعہ کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔ رَحْمَہُ الَّذِیْنَ یَبْکُشُ فِی الْاَوَّلِیْنِ رَسُوْلًا مِّنْہُمْ یُثَبِّتُوْنَ عَلَیْہِمْ الْاٰیٰتِ وَیُرْسِلُوْنَہُمْ الْکُتُبَ وَالْحِکْمَۃَ الْاٰیۃ (سورہ الحجہ رکع ۱۰) ترجمہ۔ وہی ہے جس نے ان پر رسولوں میں سے ایک رسول انہیں میں سے بعثت فرمایا۔ جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ تعلیم کتاب اور پیر ہے اور تزکیہ نفس اور پیر ہے۔ تزکیہ کی برکت سے انسان کے اندر سے امراض روحانی نکل جاتے ہیں۔ اگر اس کے اندر صلاحیت ہو تو یہ صحبت سے متاثر ہوتا ہے۔ کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے عقیدت ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ حضورؐ سے

ان دو باغوں کے دو اور باغ۔ جن میں کچھ میوہ کیلئے تھا اور جہاں اور کچھ بیہوشوں کے لئے تھا۔ یہ وہی ہے ان کو اس پر کہ انہوں نے ناشکری کی۔ اور ہم یہ بدلہ اسی کو دیتے ہیں جو ناشکر ہو۔

ان آیات میں ایک ناشکر قوم ساکا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو بڑے عیش و آرام خوشحال فارغ البالی کے بعد کفر و نامیاسی کی سڑی تباہ کی گئی۔ یہ قوم یمن کی بڑی دولت مند اور ذی اقتدار قوم تھی۔ جو صدیوں تک بڑے جاہ و جلال سے حکومت کرتی رہی۔ ان ہی میں ایک ملک بلقیس تھی جس کا حضرت سلیمان کی باگاہ میں حاضر ہونا سورہ من میں گزر چکا ہے۔ باغوں کے دو طبل منسلک دے تھے اور بائیں میلوں تک پتے لگتے تھے اگر کچھ تو خدا کی رحمت و قدرت کی ہی نشانی ایمان لانے اور شکر گزار بننے کے لئے کافی تھی۔ گویا وہ نشانی زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے بہرہ اورد ہو۔ اور اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو۔ انبیاء کی زبانی اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہوگی۔ کہتے ہیں کہ تیرہ ہی اس قوم کی طرف بھیجے گئے غرض ہر اعتبار سے سبزی، خوشحالی، سدان عیش اور آب و ہوا معتدل ہونے، بارش، اسی کا مصداق تھا۔ بیکدھ طبع کے لوگ غفور و رب غفور، رب غفور سے ادھر اشارہ کر دیا۔ کہ اپنی طرف سے شکر گزار ہو۔ اگر شکوائے بشیوت کچھ نصیحت نہ جاسے گی تو اللہ تعالیٰ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسا سخت نہیں پڑتا۔ اپنی مہربانی سے صحافت فرمائے گا۔ اس کی نعمتوں کا شکر کاغذ اس سے ادا ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ نصیحتوں کو خاطر میں نہ لاتے اور منعم حقیقی کی شکر گزاری سے تہ کوئے بہ تب اللہ تعالیٰ نے بانی و مہاب بیج دیا۔ وہ بند لوگ تمام باغات اور زمینیں غرقاب ہوئیں اور ان اعلیٰ درجہ کے نفیس میووں اور پھلوں کی جگہ نکلے درخت اور جھاڑ جھنکار رہ گئے۔ جہاں انکو پھوارے اور قسم قسم کی نعمتیں پیدا ہوتی تھیں اب وہاں پھلوں جھاڑ کیسے اور بہ مزہ پھل والے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ جن میں بہترین چیز نفیسی سی جھڑیوں کو کہتے تھے۔ وہ واقعہ حضرت مسیح اور پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درہابی عہد کا ہے۔ ایسی سخت سردی پڑے ناشکرہ کو دی جاتی ہے۔ کہ فرستے پڑا کر کیا ناشکری ہوگی۔

اسی طرح سورہ بقرہ میں قوم بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی نعمتیں عنایت فرمائی تھیں۔ (۱) بنی اسرائیل بنی آدم کے تمام فرقوں میں ممتاز اور اہل علم و کتاب و نبوت اور انبیاء کو بچانے والے بچے جاتے تھے۔ کیونکہ حضرت یعقوب سے حضرت عیسیٰ تک چار ہزار نبی ان میں آچکے تھے۔ تمام نظریں ان کی طرف تھیں۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں اس لئے ان انعامات اور خیراتوں کو بسط کے ساتھ ذکر کر کے فرمایا کہ شرما کر ایمان لائیں۔ (۲) قورات وغیرہ کتب میں نازل فرمائیں۔ (۳) فرعون سے نجات دے کر ملک شام میں تسلط دیا۔ (۴) و سلویٰ نازل ہوا، ایک پتھر سے بارہ جیسے جاری کئے۔ بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا وہ اس پر قائم نہ رہے۔ انہوں نے بدین کی جگہ بعض پیغمبروں کو قتل کیا۔ قورات میں جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تھی اس کو بدل ڈالا۔ اس لئے گراہ ہوئے۔

۵۔ یٰٰہٰی اِسْمٰہٰلَیْکَ اِذْکَہُ وَاِغْوٰیہُ الْوَدَّ الْعَمٰیثَ عَلَیْکَہُ وَاَقْبٰی فُضِّلَکَہُ عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ ۝ ۵ پل

ترجمہ۔ اے بنی اسرائیل یاد کرو۔ میرے احسان جو میں نے تم پر کئے۔ اور میں نے بڑائی دی تم کو تمام جہاں پر۔

تقویٰ اور کماں ایمان کا حاصل کرنا صبر و حضور و استغراق عبادت کے ذریعہ سے دشوار تھا۔ اس لئے اس کا سہل طریقہ تعلیم فرمایا اور وہ شکر ہے۔ اس وجہ سے حق تعالیٰ اپنے احسانات و انعامات جو ان پر وقتاً فوقتاً ہوتے تھے ان کو یاد دلانا ہے۔ اور ان کی بدکرداریاں بھی ظاہر فرماتا ہے۔ انسان بلکہ حیوانات تک میں یہ نعمت موجود ہے۔ کہ اپنے منعم کی محبت اور اس کی اطاعت دل نشین ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ تمام فرقوں سے افضل رہے۔ کوئی ان کا ہم پایہ نہ تھا۔ جب انہوں نے نبی اکرام اللہ اور قرآن کا مقابلہ کیا تو وہ خضیا۔ انکا جاتی رہی۔ اور منسوب علیہم اور ضالیوں کا لقب عنایت ہوا۔

۵۔ وَصَّیْہُ یٰٰہٰدٰنَ یُعٰثَہُ اللّٰہُ مِنْ لَدُنْہِ مَا جَآءَہُ وَفَدَّہُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَذِیْقُ الْعٰقِلَیْنَ ۝ ۵ (ترجمہ) جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت اور اس کے کچھ بڑی ہو وہ نعمت اس کو۔

نور اللہ کا عذاب سخت ہے۔ یہ انعام ہے کہ جو کوئی اللہ کے احکام مسرا پا ہدایت کو بدلے اور اس کے انعامات و احسانات کا لکھن کرے تو پھر اس کا عذاب سخت ہے آیات کے بدلے پر۔ یا تو دنیا میں مارا جائے اور لوٹ جائے یا جہنم دے اور ذلیل ہو اور قیامت کا دوزخ میں ہمیشہ کے لئے جائے۔ جو خدا اس نیست با تو مہربان دل مدہ غیر از خداوند جہاں شکر نعمت کن کہ ان رب العاود داد بر تو آنکہ سے بایست داد۔ غافل از یار خود اسے بے خبر چند باشی بے خبر چون گاؤن خبر نیستی نگاہ از لطف خدا اچھو عاشق ہر زمانا بیند ترا مہرباں ہم شد چو معشوق بخوار گر بہ بیند جانب عاشق بنار عاشق صادق کند جہاں را خدا مہرباں عاشقان صد مہربا (مثنوی بوعلی شاہ قلندر)۔

۵۔ اِنَّ فَاوٰدَہٗ کَانَ مِنْ قَوْمِ مُؤْمِنِیْنَ عَلَیْکَہُمْ سَیِّئَاتُہُمْ

۵۔ یہ شکر تادون حضرت موسیٰ کی قوم سے تھا۔ پھر شراوت کرنے لگا ان پر اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ اس کی چاہیاں اٹھانے سے نفی زور آور مرد تنگ جائے۔ جب اس کو اس کی قوم نے کہا کہ شیخی مت مار اللہ کو شیخی مارنے والے پسند نہیں ہیں۔ اور جو کچھ تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے کچھ لاکھ کما لے اور اپنا دنیا کا حصہ نہ بھول۔ اور بھلائی کر جیسے اللہ نے تجھ سے بھلائی کی اور ملک میں شادمت ڈال۔ اللہ کو شاد ڈالنے والے محبوب نہیں ہیں۔ وہ بھلا کہ یہ مال تو مجھے کھڑ سے ملا ہے۔ میں مزمند تھا۔ کما لے کا سابقہ رکھتا تھا اپنی لیاقت و قابلیت یا کسی خاص علمی جہازت سے مجھے یہ دولت حاصل ہوئی ہے۔ یہ نہ جانا کہ دولت کما لے کی طاقت کس نے دی ہے۔ افسوس ہے کہ منعم حقیقی کو بھول کر اس کی دی ہوئی دولت اور لیاقت پر غور کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے دھما دیا تادون کو اور اس کے گھر کو بین ہیں۔ پھر نہ کوئی جہازت اس کی مدد کر سکی۔ اور نہ وہ خود مرد لاسکا۔ جو لوگ تادون جی

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل

(از جناب کمال الدین صاحب لاہور کا پمپیشن)

ممبر

ہے اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت شریف پڑھی۔ لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا زُكُوتًا وَجُوهُكُمْ رَاقِدَةٌ رُكُوعٌ (۲۲) اس آیت کا کچھ حصہ کوثر اشاعت میں گزر چکا ہے۔ اس میں مسکین و فقیروں کے دینے کا ذکر علیحدہ ہے اور زکوٰۃ کا الگ ہے۔ جس میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ آدمی کو صرف زکوٰۃ ہی پر اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کے علاوہ بھی اپنے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا چاہئے۔ مگر آج کل ہم لوگوں کے لئے زکوٰۃ کا ہی دینا وبال ہو رہا ہے۔ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو زکوٰۃ کو بھی ادا نہیں کرتے اور اس کو ایک قسم کا ڈنڈہ اور تادان خیال کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے ہماری دولت کم ہو جائیگی ہاں شادی اور دیگر تقریبات کی لغوئیوں میں گھر۔ زمین اور جائیداد بھی گروی رکھ دیجئے۔ جہاں دنیا ہی جی مال برباد ہو اور آخرت میں گناہ کا وبال ہو۔ اس کے متعلق میں نے اپنی چٹم دید شمس اپنے ایک مضمون ”عمدہ جہیز“ میں لکھی ہیں۔ جو مضمون ۸ اور ۱۵ جولائی ۱۹۵۵ء کے غلام الدین میں شائع ہوئی ہیں اگر مل سکے تو ملاحظہ فرمائیں۔

(صدیہ کوثر علیہ السلام) اُولُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالْاَقْدَامُ اِمَّا جَعَلَكُمْ مُتَعَلِّقِينَ فَيْتَحُونَ مَا لَكُم مِّنْ اَمْنٍ وَّاُولَٰئِكَ اَتُخَذُوا اَعْمٰلُكُمْ حُسْبًا ترجمہ۔ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جن مال میں اس نے تم کو دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے۔ اس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور (انہوں نے) اللہ کی راہ میں) خرچ کیا ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

قائم مقام کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال پہلے کسی اور کے پاس تھا۔ اب چند روز کو تمہارے پاس ہے۔ تمہاری آنکھ بند ہو جانے کے بعد کسی اور کے پاس چلا جائے گا۔ ایسی حالت میں اس کو جوڑ جوڑ کے رکھنا بیکار بات ہے

(ذاریات رکوع علیہ) رَفِیْ اَمَّا لِحُسْبٍ لِّلشَّائِئِیْنَ وَاِنَّهُ لَخَرُوفٌ تَرْجَمُہ۔ اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے کا اور رسواں نہ کرنے والے) نادر کا حق ہے۔ ہاں ایمان والوں کی ایک خاص سعادت یہ بھی ہے کہ وہ صدقات اتنے کثرت اور ایسے اہتمام سے دیتے ہیں۔ کہ گویا یہ ان کے ذمہ حق ہو گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان کے اعمال میں حق ہے۔ یعنی زکوٰۃ کے علاوہ جس سے وہ صلہ رکھتے ہیں۔ اور مہمانوں کی دعوت کرتے ہیں۔ اور محروم لوگوں کی اعانت کرتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ کے علاوہ اور کچھ ضرورت کرنا مراد ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے مالوں میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق سمجھتے ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ محروم وہ پریشان حال ہے جو دنیا کا طالب ہو اور دنیا اس سے منہ پھیرتی ہو اور آدمیوں سے سوال نہ کرتا ہو۔ ایک اور حدیث میں اسے یوں نقل کیا گیا۔ کہ محروم وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو۔ حضرت عائشہؓ نے فرمائی ہیں کہ محروم وہ جو تنگی میں پڑا ہوا ہو۔ اور جس کی کمائی اس کو کافی نہ ہو۔ ابو قتادہ کہتے ہیں کہ میرا میں ایک آدمی تھا۔ ایک مرتبہ سلاطین آیا۔ اور اس کا سب کچھ مال دستار بہا کر لے گیا۔ ایک صحابی نے فرمایا کہ اس کو محروم کہتے ہیں اور اس کی اعانت کی جاتے۔ حضرت ابوہریرہؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مسکین وہ شخص نہیں ہے جس کا ایک لقمہ در بدر پھرتا رہے یعنی دروازے سے بھیک مانگتا ہے۔ اصل مسکین وہ ہے جس کے پاس نہ خود اتنا مال ہو جو اس کی حاجت کو پورا کرے اور نہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو کہ اس کی اعانت کی جائے۔ یہی شخص دراصل محروم ہے۔ حضرت ذہبیؒ بشت قیس نے حضورؐ سے اس آیت شریف کے متعلق سوال کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق

یہ بے مروت مال نہ سدا کسی کے پاس رہا نہ رہے۔ خوش نصیب ہے وہ جو اس کو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر کر لے اور وہ صرف یہی ہے کہ اس کو اللہ جل شانہ کے خزانہ میں جمع کرادے۔ جس میں نہ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ چھوٹ جانے کا خطرہ۔ اور دنیا میں رہتے ہوئے ہر وقت خطرہ ہی خطرہ ہے اور آج کل تو قدرت نے آنکھوں سے دکھا دیا کہ بڑے بڑے محل بڑی بڑی جائیدادیں ساز و سامان سب کا سب کھوٹے کھوٹے ہاتھ سے نکل کر دوسروں کے قبضہ میں آگیا۔ کل تک جن مکانات کے بلا شرکت غیرے خود مالک تھے۔ آج دوسروں کو اپنی آنکھوں سے اپنا جائیداد ان میں دیکھتے ہیں۔ مگر ہم بھی ایسے چلتے گھومتے ہیں کہ ذرا بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی۔

(صدیہ رکوع علیہ) وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَرِثَیْہٖ مِیْرٰثُ السَّمٰوٰتِ وَرِثَیْہٖ لَآ یُشِیْخُوْہُیْ وَیُکْثِرُ مِّنْ اَنْفٰکُمْ مِّنْ تَحِیُّۃٍ وَّکُنْ لَّکُمْ اٰوْلٰئِکَ اَعْمٰلُکُمْ حُسْبًا الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ نَّفْۡقِہٖمْ یُکْثِلُوْا لَکُمْ وَاَکْرَمُوْا وَاَعَدَّ اللّٰهُ لَھُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا ترجمہ۔ اور تمہیں کیا ہو گیا۔ کیوں نہیں خرچ کرتے۔ اللہ کے راستے میں عالاکثر سہارا زمین آخر میں اللہ ہی کی میراث ہے۔ جو مکہ مکرمہ کے حق ہونے سے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کر چکے ہیں۔ اور جہاد کر چکے ہیں وہ برابر نہیں ہو سکتے۔ ان لوگوں کے جن کا ذکر آگے ہے (بلکہ) وہ بڑے ہوئے ہیں درجہ میں ان لوگوں سے جنہوں نے خرچہ اللہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے ثواب کا وعدہ تو سب ہی سے کر رکھا ہے۔ (چاہے خرچہ نہ کرے) پہلے خرچ اور جہاد کیا ہو یا بعد میں) اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی میراث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب سب آدمی مر جائیں گے تو آخر میں آسمان زمین میں مال و متاع سب اسی کا رہ جائیگا کہ اس پاک ذات کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے گا تو جب سب کچھ چھوڑنا ہی ہے تو پھر اپنی خوشی سے اپنے ہاتھ سے کیوں نہ خرچ کرے کہ اس کا ثواب بھی ملے۔ اس کے بعد آیت شریف میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے خرچ نہ کیا ہے پہلے اللہ کے کام پر خرچ

کیا یا جہاد کیا۔ ان کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا یا جہاد کیا۔ اس لئے کہ فتح سے قبل احتیاج زیادہ تھی اور جو چیز جتنی زیادہ حاجت کے وقت خرچ کی جائے گی اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔ لوگوں کو ضرورت کے وقت ہمت زیادہ خیال کرنا چاہئے۔ اور ایسے وقت کو جس میں دوسروں کو ضرورت ہو اپنے خرچ کرنے کے لئے ہمت غنیمت سمجھنا چاہئے۔ حق تعالیٰ شانہ نے صحابہ کرام میں بھی یہ تفریق فرمادی کہ جن حضرات نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا ان کے ثواب کو بہت زیادہ بڑھا دیا۔ اسی طرح ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ کسی کی ضرورت کے وقت اس پر خرچ کرنا بہت اچھی چیز ہے (عبد ربیع ع ۴) مَنْ دَاوَّ الَّذِي يَفْرُضُ اللَّهُ فَرَضًا حَسَنًا فَصَبَّغَهُ لَهُ ذَلِكَ أَجْرُ كَرِيمَةٍ تَرْجُمُهُ۔ کن شخص بے ایسا ہو جو اللہ جل شانہ کو تر کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے ثواب کو اس کے لئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لئے بہترین بدلہ ہے (بقدرہ ع ۴) میں ایک آیت شریفہ اس کے ہم معنی گزر چکی ہے۔ خاص اہتمام کی وجہ سے اس معصوم کو دوبارہ ارشاد فرمایا اور قرآن پاک میں بار بار اس پر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ آج اللہ کے راستے میں خرچ کا دن ہے۔ جو خرچ کرنا ہے کرو مرنے کے بعد حسرت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(عبد ربیع ع ۴) إِنَّ الْمُسْلِمَ قَاتِلًا وَمُتَصَدِّقًا وَخَيْرُ مَا لِلَّهِ قَرْضًا حَسَنًا لِّئَلَّا تُفْسَدَ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ۔ بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور یہ صدقہ دینے والے اللہ کو قرضہ حسنہ دے رہے ہیں۔ ان کا ثواب بڑھایا جائے گا۔ اور ان کے لئے نفیس اجر ہے۔ یعنی جو لوگ صدقہ کرتے ہیں۔ وہ دراصل اللہ تعالیٰ کو قرضہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ بھی قرآن کی طرح ہے صدقہ دینے والوں کو واپس ملتا ہے۔ پس یہ بہت فائدہ مند موضوع اور بدلے کے ایسے وقت میں واپس ہوگا جو وقت صدقہ کرنے والے کی سخت حاجت اور سخت ضرورت اور سخت مجبوری کا ہوگا۔ لوگ شادیوں کے واسطے سفروں کے واسطے اور دوسری ضرورتوں کے لئے تنخواہ تنخواہ جمع کر کے رکھتے ہیں۔ کہ غلاب ضرورت کا وقت آ رہا ہے۔ اولاد کی

شادی کرنی ہے۔ اس کے لئے ہر وقت فکر میں لگے رہتے ہیں۔ اور جو گنجائش ملے کچھ نہ کچھ کیڑا ڈیور وغیرہ خرید کر ڈالے رہتے ہیں کہ اس وقت وقت نہ ہو آخرت کا وقت تو ایسی سخت حاجت اور ضرورت کا ہے کہ اس وقت کسی خرید جاسکتا ہے نہ قرض لیا جاسکتا ہے۔ نہ بھیک مانگی جاسکتی ہے۔ ایسے اہم اور گھٹن وقت کے واسطے تو جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ممکن ہو جمع کرتے رہنا نہایت ہی دور اندیشی اور کارآمد بات ہے تنخواہ تنخواہ جمع کرتے رہنا یہاں تو معلوم بھی نہ ہوگا اور وہاں وہ پھاڑوں کی برابر لے گا۔

(حشرہ رکوع علی) وَالَّذِينَ يَبُذُّونَ الدَّارَ وَالْأَيْمَانَ مِنْ قُلُوبِهِمْ يُخَذُّونَ مِنْ هَاجِرٍ الْيَعْلَمُ وَلَا يُخَذُّونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَرَبُّهُمُ عَلِيمٌ ذَلِكُمْ كَانَ لَهُمْ خَصَاصَةٌ لَمَّا وَكُنَ لِلْجَنَّةِ كُفَيْتُ لِقَابُهَا فَلَا يَكُفُّ عَنْهُمْ أَصَابَةُ الْغَمَامِ فَهُمْ فِيهَا مَصْمُومُونَ۔ (اور اس میں ان لوگوں کا بھی حق ہے) جو لوگ دارالاسلام میں (یعنی مدینہ منورہ میں پہلے سے رہتے تھے) اور ایمان میں ان (مہاجرین کے آئے) سے پہلے سے قرار پائے ہوئے ہیں (یعنی ان مہاجرین کے آئے سے پہلے ہی وہ ایمان لے آئے تھے) اے یہ ایسی غفلت کے لوگ ہیں کہ جو لوگ ان کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں ان سے یہ لوگ (یعنی انصار) محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی غرض نہیں پالتے کہ اس کو لینا چاہیں یا اس پر رشک کریں) اور ان مہاجرین کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں چاہے ان پر فائدہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور (حق یہ ہے کہ) جو شخص اپنی طبیعت کے لالچ سے محفوظ رہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت شریفہ میں انصار کا ذکر ہے اور ان کے خصوصی اوصاف کی طرف اشارہ ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں رہ کر ایمان اور کمالات حاصل کئے ہیں اور اپنے گھرہ کر کمالات کا حاصل کرنا عام طور سے مشکل سمجھا کرتا ہے۔ دینی دھندے اور دوسرے امور اکثر آؤ میں جاتے ہیں۔ اور دوسری خاص صفت انصار کی یہ ہے کہ یہ لوگ مہاجرین سے بید محبت کرتے ہیں۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ کا جس کو علم ہے۔ وہ ان حضرات کے حالات

اور ان کی محبت کے واقعات سے حیرت میں رہ جاتا ہے۔ ایک واقعہ مثال کے طور پر لکھتا ہوں۔ کہ جب حضور ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو مہاجرین اور انصار کے درمیان میں حضور نے بھائی چارہ اس طرح فرما دیا تھا کہ ہر مہاجر کا ایک انصاری کے ساتھ خصوصی جوڑ پیدا کر دیا تھا۔ اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا تھا اس لئے کہ حضرات مہاجرین پر دینی حضرات ہیں ان کو اجنبی جگہ ہر قسم کی مشکلات پیش آئیں گی۔ انصاری مقامی حضرات ہیں۔ وہ اگر ان لوگوں کی غلطیوں سے خبر گیری اور معاونت کریں گے تو ان کو سبوتاژ پیدا ہو جائے گا۔ کیسا بہترین انتظام تھا حضور کا کہ اس میں مہاجرین کو بھی ہر قسم کی سہولت ہو گئی اور انصار کو بھی وقت نہ ہوئی کہ ایک شخص کی خبر گیری ہر شخص کو آسان ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ خود اپنا نقشہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ منورہ آئے تو حضور نے میرے اور سعد بن ربیع کے درمیان بھائی بندی کا رشتہ جوڑ دیا۔ سعد بن ربیع نے مجھ سے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میرے مال میں سے آدھا تم لے لو اور میری دو بیٹیاں ہیں ان میں سے جوئی تمہیں پسند ہو اس کو طلاق دیدو جب اس کی عدت پوری ہو جائے تم اس کے نکاح کر لینا۔ یزید بن اسلمؓ کہتے ہیں کہ انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہم سب کی زمینیں مہاجرین پر آدھی آدھی بانٹ دیجئے۔ حضور نے اس کو قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ کھیتی وغیرہ میں یہ لوگ کام کریں گے اور پیداوار میں حصہ دار ہوں گے کہ ان کی محنت سے تم کو مدد ملے گی۔ اور تمہاری زمین سے ان کو خود غرضی اور نقص پروری میں مبتلا ہے۔ دوسروں کو جتنی بھی تکلیف پہنچ جائے۔ اپنے کو راحت مل جائے۔ بھی مسلمان کا شیوہ یہ تھا کہ خود تکلیف اٹھائے تاکہ

بیت اللہ کی ماہ میں خرچ صفحہ ۱۲ (کے)
دوسروں کو راحت پہنچ جائے۔ مسلمانوں
کی تاریخ اس سے بھری ہوئی ہے۔ ایک
بزرگ کی بیوی بہت زیادہ بدخلق تھیں۔
ہر وقت تکلیف دہی تھیں کسی نے ان
سے عرض کیا کہ آپ اس کو طلاق دے
دیتے۔ فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ پھر
یہ کسی دوسرے سے نکاح کرے گی۔
اور اس کی بدخلقی سے اس کو تکلیف
پہنچے گی۔ کیسی باریک چیز ہے۔ آج ہم
میں سے بھی کوئی اس لئے تکلیف کھائے
کو تیار ہے۔ کہ کسی دوسرے کو تکلیف
نہ پہنچے۔ تیسری صفت اہل شریعت میں
انصار کی یہ بیان کی گئی کہ مہاجرین کو
اگر کہیں سے غنیمت وغیرہ میں سے کچھ
ملتا ہے۔ تو اس سے انصار کو دل تنگی یا
دشمنی نہیں ہوتا۔ اور حسن بصری کہتے ہیں کہ اس
کا مطلب یہ ہے کہ مہاجرین کو انصار کو
عمومی فضیلت دی گئی اس سے انصار کو
گرائی نہیں ہوئی۔ جو قطعی صفت یہ بیان کی
کہ وہ باوجود اپنی احتیاج اور فاقہ کے
دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ ایک
صاحب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور بھوک اور تنگی کی شکایت کی حضور
نے اپنی بیسیوں کے گھروں میں آدمی بھیجا کہ
کہیں بھی کچھ کھانے کو نہ ملا۔ تو حضور نے
باہر مردوں سے فرمایا کہ کوئی صاحب ایسے
ہیں جو ان کی صفائی قبول کریں۔ ایک انصار
چن کا اسم گرامی بعض روایات میں ابو طلحہ
کیا ہے ان کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی
بیوی سے کہا کہ یہ حضور کے حمان ہیں ان
کی قرب خاطر کرنا اور گھر میں کوئی چیز ان
سے بچا کر نہ دکھنا۔ بیوی نے کہا۔ کہ گھر
میں تو صرف بچوں کے لئے کچھ کھانے کو رکھا
ہے۔ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت طلحہ نے
فرمایا کہ بچوں کو ہلا کر سلا دے اور جب
ہم کھانا لے کر حمان کے ساتھ بیٹھیں
تو تم پیرا کو درست کرنے کے لئے
اٹھ کر اُس کو بچھا دینا۔ تاکہ ہم نہ کھائیں
اور حمان کھائے۔ چنانچہ بیوی نے ایسا
ہی کیا۔ صبح کو جب حضور کی خدمت میں
حاضری ہوئی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ
ارشاد جل شانہ کو ان بیاں بیوی کا طرز بہت
پسند آیا اور یہ آیت شریفہ ان کی شان
میں نازل ہوئی۔ اِس کے بعد ارشاد پاک کا
ارشاد ہے۔ کہ جو شخص اپنی طبیعت کے شیخ
(لا لچ) سے بچا دیا جائے۔ وہی لوگ فلاح کو
پہنچنے والے ہیں۔ شیخ کا ترجمہ طبیعت حرص و

بخل ہے۔ یعنی طبعی تقاضا بخل کا ہو جائے
عمل سے بخل نہ ہو۔ اسی لئے علما سے اس
کی تفسیر میں مختلف الفاظ نقل کئے گئے
ہیں۔ حرص اور لا لچ سے اس کو تعبیر کرنا
صحیح ہے۔ جو اپنے مال میں بھی ہوتا ہے
اور دوسرے کے مال میں بھی ہوتا ہے۔
ایک شخص عبداللہ بن مسعود کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں تو
ہلاک ہو گیا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ
کیوں وہ کہنے لگے۔ کہ اللہ جل شانہ
نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ شیخ سے
بچائے جائیں وہی فلاح کو پہنچنے والے
ہیں۔ اور مجھ میں یہ مرض پایا جاتا ہے
میرا دل نہیں چاہتا کہ میرے پاس سے
کوئی چیز بھی نکل جائے۔ حضرت ابن
مسعود نے فرمایا۔ کہ یہ شیخ نہیں ہے
یہ بخل ہے اگرچہ بخل بھی اچھی چیز
نہیں ہے۔ لیکن شیخ یہ ہے کہ دوسرے
کا مال ظلم سے کھائے۔ حضرت ابن عمر
سے بھی اس کے قریب ہی نقل کیا گیا۔ وہ
فرماتے ہیں کہ شیخ یہ نہیں ہے کہ آدمی
اپنے مال کو خرچ کرنے سے روک لے۔
یہ تو بخل ہوا اور یہ بھی بہت ہی بُری
چیز ہے۔ لیکن شیخ یہ ہے کہ دوسرے
کی چیز پر نگاہ پڑنے لگے۔ حضرت طاہر
کہتے ہیں کہ بخل یہ ہے کہ آدمی اپنے
مال کو خرچ نہ کرے اور شیخ یہ ہے کہ
دوسرے کے مال میں بخل کرے۔ یعنی
کوئی دوسرا خرچ کرے۔ اس سے بھی
دل تنگی ہوتی ہو۔ حضرت ابن عمر سے
نقل کیا گیا کہ شیخ بخل سے زیادہ سخت
ہے۔ اس لئے کہ بخیل کو اپنے مال کو
روکنا ہے اور اس اور شیخ اپنے مال کو
بھی روکنا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے
کہ دوسروں کے پاس جو کچھ ہے وہ بھی
اُس کے پاس آجائے۔ ایک حدیث
میں حضور کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جس
شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ شیخ سے
بری ہے۔ مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔
معاذوں کی حمانداری کرتا ہو۔ اور لوگوں
کی مصائب میں مدد کرتا ہو۔ ایک اور
حدیث میں حضور کا ارشاد کیا ہے کہ
اسلام کو کوئی چیز ایسا نہیں ملانی جیسا کہ
شیخ ملتا ہے۔ ایک اور حدیث میں
حضور کا ارشاد نقل کیا گیا کہ اللہ کے
راستے کا خیار اور جہنم کا دھواں یہ
دونوں چیزیں کسی ایک شخص کے پیٹ

میں جمع نہیں ہو سکتیں اور ایمان اور
شیخ کسی ایک دل میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے
ایک حدیث میں حضرت جابرؓ حضور
کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ظلم سے بچو۔
اس لئے کہ ظلم کی قیامت میں تو اندھیرا
ہوگا۔ یعنی ایسا سخت اندھیرا پیدا کریگا
کہ اندھیرے کی تہ پر نہ جم جائے گی
اور اپنے آپ کو شیخ سے بچاؤ کہ اس
نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ کہ
اسی کی وجہ سے ان لوگوں نے دوسرے
لوگوں کے خون بہائے۔ اور اسی کی وجہ
سے اپنی محرم عورتوں سے لڑا کیا۔
حضرت ابوہریرہؓ حضور کا ارشاد نقل
کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو شیخ اور بخل
سے بچاؤ۔ کہ اس نے تم سے پہلے
لوگوں کو قطع رہی پر ڈال دیا اور ان کو
اپنے محرموں سے ناکر کرنے پر ڈال دیا اور
اُن کو غنہ بہانے پر ڈال دیا۔ یعنی اگر آدمی
اجنبی عدت سے ناکر کرے تو اُس کو کچھ
دینا پڑے اور بیٹی سے ناکر کرے تو
صفت ہی میں کام چل جائے اور مال
کی وجہ سے لوٹ مار تو ظاہر ہے۔ حضرت
ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا انتقال
ہوا۔ لوگ کہنے لگے کہ یہ جتنی
آدمی تھا۔ حضور نے فرمایا تمہیں اس کے
سارے حالات کا کیا علم ہے کیا عید ہے
کہ کبھی اس نے ایسی بات زبان سے نکالی ہو
جو بیکار ہو یا ایسی چیز میں بخل کیا ہو۔
جو اس کو نفع نہ پہنچائی ہو۔ دوسری حدیث
میں یہ قصہ اسی طرح نقل کیا گیا کہ احد کی
لڑائی میں ایک صاحب شہید ہو گئے ایک
عورت ان کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ بیٹا
مجھے شہادت مبارک ہو۔ حضور نے فرمایا۔
تمہیں اس کی کیا خبر ہے کہ اس نے کبھی
کوئی بیکار بات زبان سے کہی ہو یا ایسی
چیز میں بخل کیا ہو۔ جو اس کی ضرورت کی
نہ ہو کہ ایسی معمولی چیز میں بخل کرنا بھی
حرص اور لا لچ کی انتہا ہے ہوتا ہے۔
ورنہ معمولی چیزیں جس میں اپنا نقصان نہ ہو۔
بخل کے قابل نہیں ہوتیں۔ (باقی پھر)

ایم ڈی ایل
ایک اور حدیث میں حضور کا ارشاد کیا ہے کہ
اسلام کو کوئی چیز ایسا نہیں ملانی جیسا کہ
شیخ ملتا ہے۔ ایک اور حدیث میں
حضور کا ارشاد نقل کیا گیا کہ اللہ کے
راستے کا خیار اور جہنم کا دھواں یہ
دونوں چیزیں کسی ایک شخص کے پیٹ

منتقی اور ان کی جزا

انجناب چوہدری قلب الدین صاحب کیم حاذق و مبلغ (اسلام ملتان چھاؤنی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مُحَمَّدًا وَصَلَّى عَلَى رَسُولِهِ الْأَكْرَمِ
إصاحبا - برادران اسلام جب ان کے جسم میں کمیابی غذا سمیت کی مقدار کم ہو جاتی ہے تو انسان کا ہاضمہ خراب ہو کر رہ جاتا ہے کھلی ڈاکرین آتی ہیں۔ دوران خون سست ہو جاتا ہے۔ معمولی کھانے کا ٹک بڑا تمام غذا کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ لیکن دیگر نباتاتی نمکیات جو کہ سبزی - ترکاری پھل اور میوہ جات میں پائے جاتے ہیں ان کا جسم میں پھینکا بھی اٹھتا ہی ضروری اور لازمی ہے۔ جتنی کہ عام غذا - یہی وجہ ہے کہ جب غذا میں مدت تک سبزی پھل اور میوہ جات کا استعمال نہیں کیا جاتا تو جسم میں نمکیات کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے سکری (سلاخ) اور سکریٹ (کی بیاریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ اور پھر انہیں میں سے ذرا اور آگے بڑھ کر بیاریاں اور شکل اختیار کر کے بعض دفعہ ہلات کا پھٹ بنتی ہیں۔ جس کا سنگ بنیاد وہی کمیابی کی ہوتا ہے۔

دانا ڈاکر یا کیم ان کا علاج تزکیہ معدہ کے بعد نمکیات کی کمی کو پورا کر کے کرتے ہیں اور مریض کو مضرا اشیاء سے پرہیز کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ جو مریض ڈاکر یا کیم کی حالت کو وہ مطابق عمل کرتے ہیں وہ جلد شفا یاب ہو جاتے ہیں۔ اور جو مریض ڈاکر یا کیم کی حالت کے خلاف عمل کرتے ہیں وہ جلد ہی اپنی ہلات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مایوس عدم کے مسافرن جاتے ہیں۔

جس طرح جسم انسانی کیلئے نمکیات کی کمی ناشائستہ غذاؤں کی شدت ضرورت ہے۔ اسی طرح انسانی جسم کے جزاء اعظم دل اور روح کے لئے ایک خاص قسم کی غذا کی ضرورت ہے۔ جو قلب اور روح کو وہ خاص قسم کی غذا بہم نہیں پہنچاتی جاتی بلکہ ان کو گندی اور نقیص غذاؤں کے استعمال پر مجبور کیا جاتا ہے۔ یعنی معصیت کا دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ تو یہ ہر دو لطیف اجزا نشوونما نہیں پاتے بلکہ ناقص اور کمزور ہو کر لا علاج ہو جاتے ہیں۔ ان ہر دو اجزا کے لئے خاص غذا کیا ہے۔

شفا یاب ہونے والے مریض کی پہچان

اس غذا یا دوا سے وہ مریض شفا یاب ہوتے ہیں جن کے دل میں صلاحیت کا مادہ بچھ باقی رہ گیا ہے۔ - حصیت کی پچھلے نکل سرور کرنا کہ نہ ہو گیا ہو یعنی خدا کا خوف خفیہ باقی ہو۔ اگر کسی انسان کے قلب میں یہ مجز باقی ہو تو اس کو شفا یاب ہونے کی امید واقعی ہے۔ ورنہ وہ لا علاج قرار دیا جائے گا۔

جب یہ چیز کسی دل میں باقی بچیگی تو وہ ضرور کمی نہ کمی اپنی بیماری کے علاج کا مشاخی ہوگا۔ بس پھر جیندہ باندہ جب وہ کسی اس مریض کے ڈاکٹر یا رسول سرخ کے پاس جائے گا تو اسے صیغۃ اللہ کے رنگ میں رنگنے کے لئے ایک کس لے دیا۔

مسئل کے اجزا اور ان کا قرآنی ثبوت

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

سورہ آل عمران رکوع ۷۷ پارہ ۷

ترجمہ - اور نیکو داری کرو اللہ اور اس کے رسول کی تاک کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول کا حکم ماننا بھی حقیقتاً خدا کا حکم ماننا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود حکم فرماتے ہیں کہ رسول کے حکم کی تعمیل کرو۔ جیسا کہ جنگ اُحد میں صحابہ کرام سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہو گئی تھی اور یہ بات اللہ عز و جل حکم کر پسند نہ آئی کہ

تعمیل کے نئے کے حکم کی تعمیل کیوں نہ کی جائے چنانچہ اس وجہ سے مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا۔ حالانکہ تین سو صحابہ میں سے صرف چالیس صحابہ نے لغزش کھائی تھی۔ وہ بھی سرکنا نافرمانی نہیں کی گئی تھی۔ ستر کے قریب صحابہ کرام نے شہادت کا جام نوش فرمایا اور حضور کو بھی تکلیف ہوئی۔ یہ صورت اس لئے ہوا کہ صحابہ کو آئندہ کے لئے تنبیہ ہو جائے۔ کہ انہی کا ہر ایک حکم قابل تعمیل ہوتا ہے۔ اور حقیقتاً اللہ ہی کا حکم ہوتا ہے۔ نبی کسی وقت بھی اللہ کی رضا ہوئی کہ خلاف کوئی حکم صادر نہیں فرماتے۔

نبی کا حکم اللہ کا حکم ہوتا ہے

اس کی واضح دلیل

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

سورہ آل عمران رکوع ۷۷ پارہ ۷

ترجمہ - اے نبی جو دنیا دیکھے۔ کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ (یعنی میرے حکم کی تعمیل کرو) تو پھر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ اور تمہارے سب گناہ معاف کر دیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کے تمام شتوں ناطوں کے تعلقات اور محبت سے دستبردار ہو کر میری اور میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تابعداری کو ملحوظ رکھو اس محبت کا صلہ تمہیں یہ ملے گا کہ ہم تمہارے سابقہ گناہ معاف کر دیں گے۔ آج کل بھی کوئی شخص اگر اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دخیلدار ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے آپ کو اتباع محمدی کی کسوٹی پر ٹھس کر دیکھے۔ جس قدر وہ محمدی تبلی کی کسوٹی پر ٹھس لگے گا۔ اتنا ہی وہ خدا کی محبت سے دھوئے میں بچا ہوگا۔ جب وہ محمدی کسوٹی پر ٹھس کر بھی سچا ثابت ہوا تو لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں بھی سچا ثابت ہو جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرے گا۔ اور آئندہ اس پر ظاہری و باطنی انعام و اکرام کا نزول ہونا شروع ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ قرآن مجید کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو شخص دنیا کی

خواہشات اور لذات کو ترک کر کے اللہ کو
اس کے بول کے احکام کی تعمیل میں لگ جائے
تو اسے پرہیزگار کا لقب دیا جاسکتا ہے
قرآن مجید کی زبان سے پرہیزگار کیلئے

برائی کا سرٹیفکیٹ

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ

سورہ الحجرات رکوع ۴ آیت ۲۳

ترجمہ۔ اللہ کے نزدیک بزرگ اور بڑا
پرہیزگار ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ سب انسان یکساں
ہیں سب ایک ماں باپ کے واسطے
پیدا ہوئے ہیں۔ جہانی لحاظ سے یکساں
ہیں۔ قد و قامت کے لحاظ سے برابر ہیں۔
اعضائے جسمانی کے لحاظ سے بھی مساوی
ہیں۔ شبانے خوردنی کے لحاظ سے بھی ایک
ہیں۔ پھر صغیر اور کبیر کا مسئلہ کہاں سے
پیدا ہوا اس کی اصل کبیر اور غرور ہے۔
جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو
بڑا اور دوسرے کو چھوٹا تصور کرتا ہے۔
اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت
کی معنوں سے واضح کر دیا۔ کہ اصل میں
انسان کی عزت و ذلت اس کی ذات بات، خاندان

اور حسب نسب پر موقوف نہیں۔ بلکہ شخص
جتنا نیک۔ مؤدب اور پرہیزگار ہوگا۔

اسی قدر اللہ کے نزدیک معزز اور کرم
ہوگا۔ حسب نسب کی حقیقت تو یہ ہے

کہ سب انسان حضرت آدم علی نبینا اور
حضرت حوا کی اولاد ہیں۔ (فتح۔ سید غفر)

پہچان۔ راجپوت اور جہان۔ صدیقی۔ فاروقی

عثمانی۔ انصاری اور بھاری سب کا سلسلہ
آدم و حوا پر منبہتی ہوتا ہے۔ پھر ان کے

اور ہم کہاں کے کیا ضرورت ہے۔ یہ اجنا
صرف کھانے کے لئے ہیں۔ اہل علم حضرت

اچھی طرح جانتے ہیں کہ مندرجہ بالا آیت
میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو وضاحت

سے بیان فرمایا ہے۔ میں معنوں کی طوالت
کو مد نظر رکھتے ہوئے اختصار کرنا چاہتا ہوں

یہ ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ
اگر سب انسان یکساں ہیں اور ایک ماں باپ

کی اولاد ہیں۔ پھر یہ تفاوت کیوں ہے کہ
کوئی گورہ ہے کوئی کالا ہے کوئی نہایت

خصوصیت ہے کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے۔
یہ صرف اس کی حکمت ہے اور اس کی مصوری

کے نمونے ہیں۔ جس کو جیسا چاہنا دیا۔ اور
مشتا چاہا عطا کیا۔ اس معنوں کو ایک شاعر نے

کیا اچھے طریقے سے ادا کیا ہے

ساقی تیری تقسیم کے قربان جاؤں

انتاہی دیا جتنا کہ پیانا تھا کسی کا

یہ پیر اللہ تعالیٰ نے فخر اور غرور

کرنے کے لئے پیدا نہیں کی کہ خوبصورت

پد صورت پر فخر کرے اور امیر غریب پر

اتراے۔ بلکہ جس حال میں ہو اس کا فخر

ادا کرے۔ اور اپنے سے نیچے والے کو

دیکھ کر اس کا زیادہ شکر گزار بننے کی

سعی کرے۔ ہر حال انسان کے اشتراک

اور افضل ہونے کا معیار تقویٰ و طہارت

ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو متقی

اور پرہیزگار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا اے العالمین اللہم اجعلنا منہم

پرہیزگار کی دس علامتیں

مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَآتَىٰ

وَالْكُفَّةَ وَالزَّكَاةَ وَآمَنَ بِمَا وَدَّ

وَدَّ النَّاسُ وَلَا يَخْفَىٰ عَلَى النَّاسِ

شَيْءٌ وَكَانَ اللَّهُ غَنِيًّا ذِي فَضْلٍ

وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَىٰ الزَّكَاةَ

وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَىٰ الزَّكَاةَ

وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَىٰ الزَّكَاةَ

وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَىٰ الزَّكَاةَ

وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَىٰ الزَّكَاةَ

پرہیزگاری کا تیر ہدف اور حرب نخبہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ

الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَتَّقُونَ سورہ البقرہ رکوع ۱۸ پارہ ۷

ترجمہ۔ اے ایمان والو تم پر روزہ فرض

کیا گیا ہے۔ جس طرح تم سے پہلے امتوں پر

فرض کیا گیا تھا۔ اس خیال سے کہ تم پر

روزہ کی برکت سے پرہیزگار بن جاؤ۔

خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی

کمال قربانی اور شفقت سے انسان کے

لئے ایک نسخہ تجویز فرمایا جو کہ بلا قیمت

ہے اور پھر بلا قیمت ہونے کے باوجود

سو فیصدی مجرب اور درست ہے۔ کتنا

ہی کوئی کیا گورا انسان کیوں نہ ہو اس

نسخہ کے استعمال سے حقیقی معنوں میں

پرہیزگار بن سکتا ہے۔ بلکہ غیر تو ہیں بھی

اس نسخہ کے نتیجہ کی نحوٹ نہیں۔ اگر کسی

دوست کو شک و شبہ ہو تو اس کا احتمال

کر کے دیکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ

نسخہ جہانی بیماریوں کو بھی الہی مفید اور

مجبب ہے۔ مثلاً شاذ خون کی بیماریاں۔

خود بخود اور مشابہہ و غیرہ اور سب سے

بڑی حکمت اس نسخہ میں یہ ہے کہ کفایت

کا غرور ٹوٹ جاتا ہے یعنی اس کی قوت

اور شہرت میں ضعف آجاتا ہے۔ جب

اس کی قوت اور شہوت ضعیف ہو جاتی ہے

تو وہ شرعی احکام جو اس پر شان کوٹتے

ہیں تم اس پر آسانی سے عمل کر سکو گے۔

پھر نتیجہ ظاہر ہے کہ جب آپ شرعی احکام

پر عمل کرنے کے عادی ہو جائیں گے اور

غیر شرعی امور سے اجتناب فرمائیں گے تو

اسی کا نام پرہیزگاری ہے۔ جس کے لئے

لوگ دشت و صحرا اور جہاں میں پلے گاتے

پھرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ

اصلاح حال اور حال کے لئے کسی روحانی

سول سرجن اور شمس العلماء کی بھی ضرورت

ہوگی۔ جو اس نسخہ کے استعمال کے بعد

بھی کوئی مغز قلب مجھن تجویز کر دے۔ جو

رہے سے رنگارنگ قلبی کو مضبوط کرنے کی ضرورت

رکھتا ہو۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ

ضرور کسی ایسے روحانی طبیب کی تلاش کرے

تاکہ انسان روحانی بیماریوں سے مکمل طور پر

شفایاب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک

مسلمان کو اس نسخہ سے شفیاب ہونے کی

توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اے العالمین

(باقی پھر)

مطلب یہ ہوا کہ جو صفات اوپر بیان

ہوئی ہیں جو لوگ ان اعتقادات اخلاق و

اعمال سے متصف ہیں اور اپنے قول و قرآن

میں پابندی کرتے ہیں انہیں لوگوں کو پچھا

اور پرہیزگار کہا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص

ان صفات کو چھوڑ کر کے کہ میں پرہیزگار

ہوں تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

پرہیزگار وہی ہو سکتا ہے جو محمدی قانون

کے تحت میں پرہیزگار ثابت ہو۔

حج کی فرضیت

(گزشتہ سے پیوستہ)

ان عبد اللہ الحسین علیہ السلام آف فیروز سن ۱۲۸۵ھ

حج کے مختلف طریقے

حج کرنے کے مختلف طریقے ہیں جنہیں واقفیت کہا جاتا ہے۔

- ۱۔ عمرہ ہے حج اصغر بھی کہتے ہیں۔ سال میں جب اور جسکی مرتبہ چاہو، ادا کیا جاسکتا ہے۔ اس میں احرام باندھ کر طواف وحشی کی جاتی ہے۔
- ۲۔ حج جو خاص شرائط کے ساتھ فرض ہے۔ حج ۹ روزی الحج عرفات زیارت ہوتا ہے۔ دوسرے روز طواف زیارت ہوتا ہے۔ حج کے دو ٹکڑ ہیں۔ وقوف عرفات اور طواف زیارت۔

۳۔ تفتح ہے کہ عمرہ اور حج، حج کے مہینوں میں ادا کئے جائیں۔ مگر ان دنوں حج کرنا صرف ان لوگوں کے لئے جائز ہے۔ جو آفاقی ہیں۔ آفاقی اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو محدود میقات سے باہر نہ جاتا ہو۔

۴۔ قرآن میں عمرہ اور حج کو نیک ہی احرام سے جمع کیا جاتا ہے۔ یہ بھی صرف آفاقی کے لئے جائز ہے۔

عمرہ خانہ کعبہ کی زیارت اور صفا مروہ کے درمیان احرام کے ساتھ سعی کرنے کو عمرہ کہتے ہیں۔ آفاقی کو چاہیے کہ میقات سے احرام باندھ کر خانہ کعبہ کے گرد طواف کرے۔ اور اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے۔

عمرہ یا قصر کر کے احرام کھول دے۔ عمرہ میں طواف قدوم نہیں۔ بلکہ اس کی بجائے طواف عمرہ ہے۔ طواف عمرہ میں تلبیہ موقوف کرے۔ عمرہ میں طواف صدر نہیں۔

حج۔ حج کا مطلب ایک معین وقت میں احرام کے ساتھ عرفات پر وقوف کرنا اور طواف زیارت کرنا ہے۔ صرف حج کرنے والے کو معتمد کہا جاتا ہے۔

اس میں آفاقی کو چاہیے کہ احرام باندھ کر خانہ کعبہ کے گرد طواف قدوم کرے۔ پھر سعی صفا و مروہ کرے۔ اس کے بعد وقوف عرفات، وقوف مزدلہ، رمی جمرات، حلق یا قصر، طواف زیارت اور پھر طواف وداع کرے۔

طواف قدوم کہ تلبیہ المسبحہ ہے۔ جو کہ میں داخل ہونے وقت ادا کیا جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں

کے لئے ضروری نہیں، جو اہل مکہ میں سے ہوں۔ اگر طواف قدوم میں دل کرے تو سعی صفا مروہ بھی کرے۔ اور اگر طواف قدوم نہ کرے۔ یا اس میں دل نہ کرے تو طواف زیارت میں دل کرے اور اسی وقت سعی کرے۔ وقوف عرفات اور وقوف مزدلہ کے متعلق جو احکام ہیں ان کو طواف جمع عمرہ اور حج کے مجموعے کو متفق کہا جاتا ہے جو متفق احرام کے ساتھ درمیان میں وقفہ دے کر ادا کیا جاتا ہے۔ نیت کرنے والے کو متفق کہتے ہیں۔ یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ جس میں میقات سے قربانی کو ساتھ لے کر چلتے ہیں اور دوسرا جس میں قربانی ساتھ نہیں لی جاتی۔

ہر دو قسم کے متفق حج کے مہینوں میں پہلے میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کے تمام افعال مکمل ہو کر کرنے والے کی طرح کریں گے۔ جس کے ساتھ قربانی نہ ہوگی۔ وہ عمرہ سے فارغ ہو کر آیام حج کا انتظار کرے گا۔ اور حاجی مفرد کہلے حج کرنا کی طرح تمام افعال حج ادا کرے گا۔ مگر جس کے ساتھ قربانی ہوگی۔ وہ عمرہ کرنے کے بعد سر نہیں منڈائے گا۔ بلکہ عمرہ کے احرام میں ہی رہے گا۔ اور آیام حج میں رسمی طرح افعال حج ادا کرے گا۔ جس طرح حاجی مفرد کرتا ہے۔

قرآن قرآن عمرہ و حج کا مجموعہ ہے۔ جو مجموعی احرام سے لگاتار ادا کیا جاتا ہے۔ اس میں میقات سے عمرہ اور حج کا احرام باندھ کر پہلے عمرہ کے افعال ادا کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اسی احرام میں حج کے افعال ادا کئے جاتے ہیں۔

قرآن میں پہلے عمرہ اور پھر حج کیا جاتا ہے۔ عمرہ کرنے کے بعد احرام نہ کھولے۔ بلکہ اسی احرام سے افعال حج شروع کرے۔ قلان (قرآن کرنے والا) طواف کے چار چکر کٹے سے پہلے اسی احرام میں حج کی نیت کر سکتا ہے یعنی اگر اس نے پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو اب اس کو قرآن کا احرام کر سکتا ہے۔

مناسک

ذیل کے نقشہ سے حج، عمرہ، تفتح اور قرآن کے مجملہ مناسک معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ جس مناسک پر کیسیں دیکھ دی گئی ہیں۔ وہ ادا

نہیں کئے جائیں گے وضاحت کے لئے یہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ کہ ان میں سے شرط واجب دیکھ گزشتہ اور اختیاری کون کون سے مناسک ہیں۔



